عربی رسم الخط کو ترقی دینے کی کوششیں

از رفیع اللہ

ماہنامہ "فکر و نظر" کے گزشتہ شماروں میں جناب فواز احمد طوقان کا ایک گراں قدر علمی مقالہ "عربی رسم الخط کا آغاز و ارتقاء" بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے۔ اس مقالہ کے اختتام پر موصوف نے موجودہ دور میں عربی رسم الخط کے ارتقاء کے لئے اصلاحی کوششوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان اصلاحات کی کوئی تفصیل پیش نہیں کی۔ راقم نے آج سے چند سال پہلے اس موضوع پر کچھ مواد جمع کیا تھا، جسے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ یہ مواد زیادہ تر مراکش کے مشہور عربی مجلہ "دعوۃ الحق" کے ۱۹۶۲ء کے بعد کے مختلف شماروں سے اخذ کیا گیا ہے۔

عربی زبان سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ عرب ممالک سے عربی زبان میں شائع ہونے والے رسالوں میں مراکش کے رسالے کافی ضخیم ہوتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ وہاں کا ترقی یافتہ عربی رسم الخط ہے۔ جو مراکش کے ابتدائی تعلیمی بورڈ کے ڈائریکٹر الاستاذ احمد الخذار کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ انھوں نے قدیم رسم الخط میں مناسب ردّوبدل کے بعد عربی ٹائپ کے پانچ سو حروف کو سرسٹھ حروف تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اس تجویز کو اپریل ۱۹۶۱ء میں رباط میں ہونے والی عرب ماہرین لسانیات کی کانفرنس کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ جس پر کافی بحث و تمحیص ہوئی۔ لیکن اس کے حق میں قرارداد کے پاس ہو جانے کے باوجود اس کے اختیار کرنے کی بابت کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ تاہم حکومت مراکش کو مختلف تجربات کے بعد اس کی افادیت کا یقین ہو گیا تھا۔ اور اس نے اسے بتدریج اختیار کرنا شروع کیا۔ ایک طرف اسے درسی کتب چھاپنے کے لئے اختیار کر لیا گیا اور دوسری طرف نئے پڑھنے والوں کے لئے ایک اخبار "منار المغرب" اسی ٹائپ میں نکالا گیا۔

عربی رسم الخط کو ترقی دینے کا احساس

موجودہ دور میں جہاں مغربی ممالک ترقی کی دوڑ میں کہیں سے کہیں نکل گئے ہیں وہاں بدقسمتی سے ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک ابھی تک پسماندگی کا شکار ہیں۔ ان پسماندہ ممالک کے کچھ اہل قلم اپنے اہل وطن کو یہ باور کرانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں کہ ان کی پسماندگی کا ایک اہم سبب ان کے قدیم رسم الخط ہیں۔ اور یہ کہ مغربی اقوام نے سہل اور کارآمد رومن رسم الخط کو اختیار کر کے بڑی تیزی سے ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی بعض اوقات رومن رسم الخط اختیار کر لینے کے حق میں ایک اکلوتی آواز سنائی دیتی رہتی ہے۔ عربی زبان بھی کچھ اسی قسم کی صورت حالات سے دوچار ہے۔ وہاں کے اہل قلم کی ایک قلیل تعداد اس کے لئے بھی رومن رسم الخط تجویز کر رہی ہے۔ تاہم اکثر ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ خود موجودہ رسم الخط میں ارتقاء کی بڑی حد تک گنجائش ہے اور اسے ترقی دے کر ٹائپ کے حروف کو کم کیا جا سکتا ہے جس سے وہ رومن رسم الخط سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

اصلاحی کوششوں کی ابتداء

عربی رسم الخط کو ترقی دینے کا احساس آج سے کوئی تیس چالیس سال پہلے پیدا ہوا۔ قاہرہ کے مشہور علمی ادارہ المجمع العلمی نے ۱۹۳۸ء میں اس مسئلہ پر باضابطہ بحث و تمحیص شروع کی۔ اور ابھی تک یہ مسئلہ مختلف عربی ممالک کی انجمنوں میں بحث و تمحیص کا موضوع بنا ہوا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں دمشق میں عربی ماہرین لسانیات کی ایک کانفرنس ہوئی۔ لیکن اس میں بھی کسی فیصلہ کن نتیجے تک نہ پہنچا جا سکا۔ دوسرے ممالک کی نسبت مراکش نے اس مسئلہ میں زیادہ دلچسپی لی اور اپریل ۱۹۶۱ء میں اپنے دارالخلافہ رباط میں عرب ماہرین لسانیات کی ایک اور کانفرنس بلائی۔ رسم الخط کے سلسلے میں بلائی جانے والی یہ سب سے اہم کانفرنس تھی۔ جس نے اس مقصد کے لئے پیش کی جانے والی تمام تجاویز پر کافی غور و فکر کیا اور ان میں سے ایک تجویز کو زیادہ قابل عمل سمجھتے ہوئے اس کے حق میں قرارداد منظور کی۔ دوسری تجاویز کے ساتھ ساتھ رومن رسم الخط کا مسئلہ بھی پیش ہوا تھا۔ جس کے حق میں اور مخالفت میں خوب خوب دلائل دیئے گئے۔

اصلاح و ترقی کی ضرورت

عربی رسم الخط کی اصلاح و ترقی کے سلسلے میں یہ دلائل دیئے جاتے ہیں کہ رومن رسم الخط والی مختلف یورپی زبانوں کے برعکس عربی حروف تہجی میں ہر آواز کے لئے ایک علیحدہ حرف ہے۔ مثلاً "ش" کی آواز کے لئے

انگریزی زبان میں مختلف ہجے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ موجودہ عربی ٹائپ پر جو مختلف اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سے صرف دو کچھ وزن رکھتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ ٹائپ میں ایک ہی عربی حرف ایک ہی لفظ میں مختلف شکلیں اختیار کرتا ہے۔ یعنی ابتدائی، درمیانی اور آخری۔ مثلاً حرف "ب" ہی کو لیجئے کہ ان تین الفاظ (۱) بدل (۲) عبد اور (۳) کتب میں ٹائپ کے لئے اس کی تین مختلف شکلیں بنتی ہیں اور جب ان حروف کو دوسرے حروف کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو ان کی اور کئی شکلیں وجود میں آجاتی ہیں جس کی وجہ سے ٹائپ کے لئے حروف کی تعداد کوئی پانچ چھ سو تک پہنچ جاتی ہے۔ جس سے طباعت کے لئے زیادہ وقت، زیادہ محنت اور زیادہ اخراجات کی ضرورت پڑتی ہے اور پھر مزید دقّت یہ ہے کہ پڑھنے والوں پر غیر ضروری بوجھ ڈالتا ہے، جو علمی اور ثقافتی ترقی میں رکاوٹ کا موجب بنتا ہے۔

عربی زبان کے لئے اعراب کی اہمیّت

اس سلسلے میں دوسرا اعتراض ٹائپ میں اعراب کے سمونے کی عملی مشکلات کے بارے میں ہے۔ خود عربی ماہرین لسانیات کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اعراب کے بغیر عربی زبان کو تیزی سے اور صحت کے ساتھ پڑھنا ایک کٹھن کام ہے۔ مصر کے ایک مشہور ماہر لسانیات الاستاذ محمود تیمور نے جو مصر میں عربی زبان کی اکیڈمی کے رکن بھی ہیں تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایسے اشخاص بھی جنہوں نے عربی زبان کی تحصیل و تعلیم میں عمریں صرف کی ہیں اکثر حالتوں میں بغیر اعراب لگی ہوئی عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتے۔

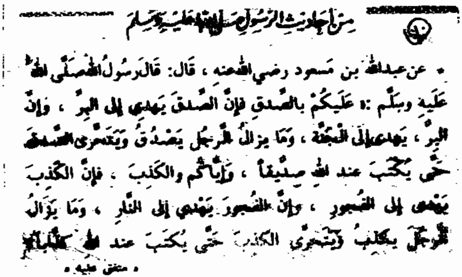

من أحاديث الرسول صلى الله عليه وسلم

• عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه ، قال: قالَ رسُولُ اللهِ صلّى الله
عَلَيهِ وسلّم : « عَلَيكُمْ بالصِّدقِ فإنَّ الصِّدقَ يَهدِي إلى البِرِّ ، وإنَّ
البِرَّ ، يَهدي إلى الجنّة ، وَمَا يزالُ الرّجلُ يَصْدُقُ وَيَتَحرّى الصِّدقَ
حَتّى يُكتَبَ عند الله صِدِّيقاً ، وَإيّاكُم والكَذِبَ ، فإنَّ الكَذِبَ
يَهدِي إلى الفُجورِ ، وإنَّ الفُجورَ يَهدي إلى النّارِ ، وَمَا يَزالُ
الرّجلُ يَكذِبُ وَيَتَحرّى الكَذِبَ حَتّى يُكتَبَ عند الله كذّاباً »
• متفق عليه •

(اعراب لگی ہوئی عربی ٹائپ کی عبارت کا نمونہ)

عربی کے اکثر الفاظ مثلاً "عمل" یا "کتب" کہ اگر ان الفاظ پر اعراب نہ ہوں تو یہ کم از کم تین مختلف شکلوں میں پڑھے جاسکتے ہیں اور اتنے ہی ان کے مختلف مفہوم بن جاتے ہیں۔ مثلاً (۱) عَمَلٌ (کام) (۲) عَمِلَ (کام کیا) (۳) عُمِلَ (عمل کیا گیا) یا مثلاً "ملک" کا لفظ کم از کم چھ طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔ (۱) مَلَکَ (وہ

مالک ہوا)۔ (۲) مُلِکَ (مالک بنایا گیا)۔ (۳) مَلَکٌ (فرشتہ)۔ (۴) مُلْکٌ (حکومت)۔ (۵) مِلْکٌ (ملکیّت)۔ (۶) مَلِکٌ (بادشاہ) وغیرہ۔ بعض الفاظ کے متعلق تو یہاں تک دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اعراب کے بغیر ان کو بیس سے بھی زیادہ طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔

اعراب کی ان مشکلات کے پیش نظر ابھی تک عربی زبان کو صحت کے ساتھ پڑھنے کے لئے مشہور طریقہ یہ ہے کہ متن کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحیح عربی پڑھنے سے پہلے عبارت کا سمجھنا ضروری ہے۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ عربی زبان میں اعراب بہت بعد کی ایجاد ہیں اور اب بھی اہل علم اعراب کے بغیر ہی پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ لیکن زمانہ اتنی ترقی کر چکا ہے کہ زبان کو صرف اہل علم تک محدود نہیں رکھا جا سکتا بلکہ عوام کی اکثریت جو علم حاصل کرنا چاہتی ہے ان کے لئے لکھنے پڑھنے کے آسان ذرائع مہیا کرنے ایک اشد ضرورت بن چکے ہیں۔ ان کے لئے بغیر اعراب کے زبان کا پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہے۔ اس لئے یہ خیال پختہ ہوتا جاتا ہے کہ اگر عرب دنیا سے صحیح معنوں میں جہالت کو دُور کرنا ہے تو رسم الخط کو زیادہ سادہ اور کارآمد بنایا جائے۔

رسم الخط کو ترقی دینے کی مختلف تجاویز

ان دلائل کے پیش نظر اکثر و بیشتر عرب ماہرین لسانیات اس امر پر متفق ہیں کہ عربی کے موجودہ رسم الخط کو ترقی دینے یا اس کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ ان حضرات میں اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ ترقی دینے کی مختلف تجاویز کے بارے میں ہے۔ ان میں سے اگر کوئی رومن رسم الخط کے اختیار کرنے کا حامی ہے تو اکثر موجودہ رسم الخط ہی کو سہل اور کارآمد بنانا چاہتے ہیں یعنی ٹائپ کے مختلف حروف کی تعداد جو پانچ چھ سو تک جا پہنچتی ہے کو ممکن حد تک کم کر دیا جائے۔ جیسا کہ مراکش میں کیا جا چکا ہے۔ اور ہو سکے تو اس تعداد کو رومن رسم الخط کی طرح صرف حروف ہجی تک ہی محدود کر لیا جائے۔ کچھ مصری ماہرین لسانیات یہ کوشش کر رہے ہیں کہ عربی زبان کے اعراب کو ایسی شکل دے دی جائے کہ وہ حروف ہی کا ایک حصہ بن جائیں جس سے پڑھنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔ ان مختلف تجاویز کا ہم مختصراً تعارف کراتے ہیں:-

رومن رسم الخط کی تجویز

عربی زبان کے لئے رومن رسم الخط اختیار کرنے کی تجویز سب سے پہلے پروفیسر عبدالعزیز فہمی نے پیش کی تھی۔ ان کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ دنیا کی اکثر اقوام نے اس رسم الخط کو اختیار کر رکھا ہے جو اس

کے مفید اور کار آمد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اس رسم الخط کو اپنانے سے عربوں کی زندگی میں معجزانہ تبدیلیاں ہوں گی اور وہ بھی ترقی کی دوڑ میں دوسری اقوام کا ساتھ دے سکیں گے اور اس طرح وہ جدید تہذیب سے نفرت کی بجائے اس کا خیر مقدم کریں گے۔ اصل میں یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھوں کو تہذیب جدید نے خیرہ کر دیا ہے۔ اس لئے عرب دنیا کے اکثر اہل علم نے ان حضرات کی تجویز کی سخت مخالفت کی ہے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ موجودہ عربی رسم الخط میں ارتقاء کی کافی گنجائش موجود ہے۔ اور وہ پروفیسر فہمی کے دلائل کے جواب میں کہتے ہیں کہ اقوام عالم کو ایک دوسرے سے قریب لانے والی چیزیں نظریہ حیات، معاشی نظریات، ثقافت وغیرہ ہیں۔ اگر تمام قوموں کو متحد کرنا ہے تو یہ کلہاڑا عربی رسم الخط ہی پر کیوں چلایا جائے! اس مقصد کے لئے ایک نئی عالمی زبان ہی کیوں نہ ایجاد کر لی جائے۔

رومن رسم الخط کی مخالفت

اس تجویز کی مخالفت کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ دعویٰ کہ رومن رسم الخط اختیار کرنے سے دوسری زبانوں میں وسعت آ گئی ہے، دلیل کا محتاج ہے۔ جن قوموں مثلاً ترک اور انڈونیشی وغیرہ جنہوں نے اسے اختیار کیا ہے۔ وہ کسی طرح بھی دوسری ایشیائی اقوام سے زیادہ ترقی یافتہ نہیں۔ اس کے برعکس جاپانی اور چینی اقوام جن کے رسم الخط عربی سے بھی کئی گنا زیادہ پیچیدہ ہیں کسی لحاظ سے مغربی اقوام سے پس ماندہ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔

رومن رسم الخط کے خلاف ایک دلیل یہ دی گئی کہ عربی زبان کا صوتی نظام دوسری ان زبانوں سے جن کے لئے رومن رسم الخط کو اختیار کیا جا چکا ہے بالکل مختلف ہے۔ لہذا اگر اس کے لئے یہ رسم الخط اختیار کیا گیا تو ان عربی اصوات کے لئے بہت سے مزید رومن حروف بنانے پڑیں گے جن کے اوپر نیچے مختلف علامتیں ہوں۔ اور یہ عمل اسے قدیم رسم الخط سے بھی زیادہ پیچیدہ بنا دے گا۔ اور سب سے وزنی دلیل جو اس رسم الخط کے خلاف دی گئی وہ یہ ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے عربی زبان اپنے اس قدیم علمی اور ثقافتی ورثے سے یکسر محروم ہو جائے گی جس کی وجہ سے یہ عربی زبان ہے۔ ترکی اور انڈونیشی زبان میں اتنا قدیم علمی و ثقافتی سرمایہ نہیں تھا۔ اور اگر کچھ تھا بھی تو اسے آسانی سے چھوڑا جا سکتا تھا۔ لیکن عربی زبان کے لئے یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کیونکہ ایسا کرنے کے بعد وہ عربی زبان ہی نہیں رہے گی۔ ان حقائق کے پیش نظر پروفیسر عبدالعزیز فہمی اور ان کے ہمنواؤں کا یہ خیال غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ رومن رسم الخط عرب دنیا کو عروج پر پہنچا سکتا ہے۔

عربی ٹائپ کے حروف کم کرنے کی تجاویز

رومن رسم الخط کے مخالفین صرف منفی طرزِ عمل ہی نہیں رکھتے۔ بلکہ انھوں نے موجودہ رسم الخط کو کارآمد بنانے کے لئے مختلف عملی تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ ان تجاویز میں عربی ٹائپ کے حروف کو محدود کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ ایک تجویز یہ پیش کی گئی ہے کہ اصل حروف کے ساتھ حروفِ علت کا اضافہ اس طرح کیا جائے کہ پڑھنے میں آسانی ہو۔ اس تجویز کی اس بنا پر مخالفت کی گئی ہے کہ اصلی حروف علت کو اعرابی حروف علت سے پہچاننا مشکل ہو جائے گا۔ جو بجائے آسانی کے زیادہ مشکلات کا باعث ہوگا۔ دوسرے اس سے ٹائپ کے حروف بھی کم نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کی لمبائی چوڑائی نسبتاً بڑھ جائے گی جو پہلے سے بھی زیادہ جگہ گھیرے گی۔ اپریل ۱۹۶۱ء میں رباط میں ہونے والی عرب ماہرین لسانیات کی کانفرنس میں جن چار تجاویز کو قابلِ اعتناء سمجھا گیا تھا وہ یہ ہیں :-

پہلی تجویز | ان چار تجاویز میں سب سے زیادہ اہمیت الاستاذ احمد الخذار کی تجویز کو دی گئی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ مراکش میں اس کے تجربات کئے جا چکے تھے جو بڑی حد تک کامیاب ثابت ہوئے۔ اس تجویز میں عربی ٹائپ کے پانچ سو سے زائد حروف کو صرف سرسٹھ کی تعداد تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اس تجویز میں اعراب کا بھی خاص لحاظ رکھا گیا ہے اور وہ بڑی آسانی سے لگائے جا سکتے ہیں۔ پہلے تجربے کے طور پر ایک اخبار "منار المغرب" جاری کیا گیا تھا۔ اب مراکش کے اکثر رسائل و جرائد اسی میں نکلتے ہیں۔ چاروں تجاویز کی افادیت پر بحث کرنے کے بعد کانفرنس نے اسی تجویز کے حق میں قرار داد پاس کی تھی اس تجویز کے عملی نتائج کے بارے میں ہم مضمون کی ابتداء میں اشارہ کر چکے ہیں۔ اس کا نمونہ یہ ہے :-

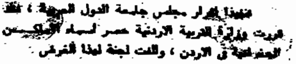

تنفيذا لقرار مجلس جامعة الدول العربية ، فقد
قررت وزارة التربية الاردنية حصر [illegible]
المنفصلة في الاردن ، والفت لجنة لهذا الغرض

دوسری تجویز | دوسری تجویز ایک اور عربی ماہر لسانیات پروفیسر نصری خطّار نے "متحدہ عربی" کے نام سے پیش کی تھی۔ اس رسم الخط کو متحدہ کا نام اس لئے دیا گیا تھا کہ اس میں ہر حرف کی مختلف مثلاً ابتدائی، درمیانی اور آخری حالتوں کو مدغم کر کے صرف ایک حرف تہجی کی صورت میں ڈھال دیا گیا ہے۔ مثلاً "س ش" کو "ﺳ ﺷ"، "ص ض" کو "ﺻ ﺿ" اور "ع غ" کو "ﻋ ﻏ" کی شکل میں لکھا جائے گا۔ ف ق کی شکل یوں ہوگی ﻓ ﻗ وغیرہ وغیرہ۔ پروفیسر خطّار نے اپنی تجویز کے حق میں جو دلائل دیئے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عربی ٹائپ کے موجودہ سینکڑوں حروف عیسائی مبلّغوں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے یہ ٹھیک ہے کہ یہ لوگ عربی ٹائپ کے موجد ہیں لیکن ان کو عربی زبان کا صحیح ذوق مطلقاً نہیں تھا اور

نہ ہی انہیں اس زبان میں مہارت تامہ حاصل تھی کہ وہ اس کے لئے کوئی سادہ ٹائپ ایجاد کر سکتے جبکہ ایسا آسانی سے ہو سکتا ہے۔ جیساکہ انھوں نے پانچصد سے زائد حروف کو حروف تہجی تک محدود کر دیا ہے۔ ان کی تجویز کے مطابق حروف اس طرح ہوتے ہیں :-

ا بـ تـ ثـ جـ حـ خـ د ذ ر ز سـ شـ صـ ضـ

طـ ظـ عـ غـ فـ قـ ک ل مـ نـ ھـ و لا یـ ة

ان کا دعویٰ ہے کہ انگریزی ٹائپ کی طرح اس عربی ٹائپ میں باریک چھپائی ممکن ہے۔ یہاں تک کہ تین سو صفحات کی کتاب کو ایک تہائی ضخامت میں لایا جا سکتا ہے۔

اس تجویز کی بھی رومن رسم الخط کی طرح مخالفت کی گئی کہ یہ ہم کو اسلاف کے قیمتی سرمائے سے محروم کر دے گی۔ لیکن مجوّز کا کہنا ہے کہ یہ اعتراض چنداں دقیع نہیں کیونکہ اس کے مجوزہ حروف بڑی حد تک قدیم رسم الخط سے ملتے جلتے ہیں۔ بہر حال یہ تو ظاہر ہے کہ اصلاح و ترقی کی طرف جو قدم بھی اٹھایا جائے گا اس میں کچھ نہ کچھ تبدیلی تو ناگزیر ہے۔ اس تجویز پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ ٹائپ اور ہاتھ کی تحریر میں بڑا فرق ہوگا اور بچوں کو دونوں میں مہارت حاصل کرنی پڑے گی۔ ایک پڑھنے کے لئے اور دوسرا لکھنے کے لئے جس سے ان کا علمی بوجھ ہلکا ہونے کی بجائے الٹا دوچند ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض اتنا وزنی نہیں جتنا بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ اقوام کی زبانوں میں یہ حالت موجود ہے۔ انگریزی زبان ہی کو لے لیجیے کہ اس میں ٹائپ اور دستی تحریر کا علیٰحدہ علیٰحدہ طریقہ مروج ہے اور بچوں کو ان دو مختلف طریقوں کے سیکھنے میں کبھی مشکل پیش نہیں آئی۔ ایک اعتراض برائے اعتراض یہ کیا گیا کہ اس رسم الخط کے اختیار کرنے سے عربی زبان کی خوب صورتی میں فرق آ جائے گا۔ اصل میں انسان جس چیز سے کافی عرصہ مانوس رہے اس سے اسے ایک قسم کا نفسیاتی لگاؤ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جہاں تک خوب صورتی کا تعلق ہے نئے ٹائپ میں بھی اسے پیدا کیا جا سکتا ہے۔

تیسری تجویز تیسری تجویز مصر کی عربی زبان کی اکیڈیمی کے ایک رکن استاذ سید محمود تیمور نے پیش کی ہے، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ یہ تجویز دوسری تجویز سے ملتی جلتی ہے اور اس میں ٹائپ کے حروف کو تیس کی تعداد تک محدود کر دیا گیا ہے اور مختلف حروف کی شکلیں مختصر کرنے میں یہ خاص خیال رکھا گیا ہے کہ قدیم مروجہ رسم الخط سے فرق کم سے کم ہو۔ مثلاً دوسری تجویز میں جہاں

"ف" کے لئے "ﻓ" کی شکل اختیار کی گئی تھی۔ اس میں یہ شکل یوں (ﻓ) بنائی گئی ہے۔ یہ تجویز اگرچہ دوسری تجویز کی ایک ترقی یافتہ شکل تھی لیکن عرب ماہرینِ لسانیات نے اس کی کوئی خاص پذیرائی نہ کی۔ اس کا نمونہ تحریر درج ذیل ہے :۔

اريد ان نقتصر من صور الحروف على
صورة واحدة ، وبذلك يكون لصندوق
الحروف المطبعية عيون لا تتجاوز الثلاثين

چوتھی تجویز | عربی ٹائپ کی اصلاح کے لئے چوتھی تجویز جسے درخورِ اعتناء سمجھا گیا یہ تھی، کہ قدیم کوفی رسم الخط کو جدید زمانہ کے مطابق تھوڑے سے ردّوبدل کے بعد اختیار کر لیا جائے۔ کیونکہ اس میں حروف کی تعداد پہلے ہی سے چالیس کے قریب جا پہنچتی ہے۔ جو ٹائپ کے لئے بھی بڑی حد تک موزوں ہیں۔ اور یہ حروف الفاظ میں جہاں بھی استعمال کئے جائیں ان کی حالت ایک ہی رہتی ہے۔ اور ان کے سائز کو گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہے۔ اگر ایک دفعہ آنکھیں اس کی عادی ہو گئیں تو یہ مروجہ رسم الخط سے بھی زیادہ آسان معلوم ہوگا۔ تاہم اس میں یہ نقص ضرور ہے کہ الفاظ کو واضح کرنے کے لئے اعراب نہیں ہیں۔ ثانیاً بعض صورتوں میں ملحقہ حروف ایک دوسرے کے اندر استعمال ہوتے ہیں جو مطالعہ کے وقت ذہن پر ایک بوجھ سا محسوس ہوتے ہیں۔ اس لئے اس میں کافی سے زیادہ اصلاح کی ضرورت ہے اور پھر مشکل یہ ہے کہ اس اصلاح سے ٹائپ کے حروف اور بڑھ جائیں گے۔ اس لئے اس تجویز کو بھی قابلِ عمل نہ سمجھا گیا۔

عرب ماہرینِ لسانیات کی بحث و تمحیص سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ ابھی تک انہیں کسی تجویز پر پورا اطمینان نہیں ہوا۔ پہلی تجویز یعنی استاذ احمد الخدار کی تجویز کو کسی حد تک قابلِ عمل پایا گیا اس لئے اس کے حق میں قرارداد بھی منظور کی گئی۔ لیکن ابھی تک مراکش کے سوا کسی دوسرے عرب ملک کی حکومت نے اسے اختیار نہیں کیا۔ مزید یہ کہ پچھلے کچھ عرصے سے اس موضوع پر کسی عربی رسالے میں کوئی خاص تحقیقی مضمون نظر سے نہیں گزرا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں عرب ماہرینِ لسانیات کی دلچسپی پہلے کی نسبت کچھ کم ہو گئی ہے۔

○